ٹیکس کے نظام کا اسلامی نقطہ نظر سے تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of Tax in Islamic Point of View

Dr. Muhammad Waris Ali
Assistant Prof., Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore:
mwarisali@lgu.edu.pk

Nafisa Khalil
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, NCBA & E, Barki Road, Lahore:
nafisau74@gmail.com

Dr. M. Zia Ullah
Assistant Prof, Islamic Studies, Department NCBA&E, Lahore:
drziaullah@ncbae.edu.pk

Abstract

Legal status of taxes in Islām 'There are different opinions on the Shariah status of taxes in Islāmic jurisprudence and there have been detailed debates on the subject among Muslim muftis and scholars. There are generally two opinions regarding the Shariah status of taxes. Meaning of Zakāt: Zakāt is a component of Islāmic worship .Government support: According to other views, taxes can be a form of government support. This theory holds that the government has the legal authority to take financial measures for the welfare and development of its citizens. Taxes can be used to finance the development of the country, the provision of public amenities, economic exploitation and the investment of the judicial system. Scholars may differ on the Shariah status of taxes in Islāmic ethics, and it is not easy to find a concise answer. Generally, the detailed Shariah status of government taxes can be obtained from various fatwa institutions, religious councils and clerics who will be determined under the country's Shariah system.

Keywords: Qurān, Government, Taxes, Islām, Zakāt.

موجودہ دور میں ریاستوں کے نظام اور ان کی ترقی و خوشحالی میں معیشت کا کردار نہایت ہی بنیادی ہے جس ریاست کی معیشت مضبوط نہیں وہ کسی میدان میں مشکل ہی کوئی کامیابی حاصل کر سکتی ہے۔ معیشت کی مضبوطی ریاست کی خاطر خواہ آمدنی پر منحصر ہے ریاست کی آمدنی کا ایک اہم ذریعہ ٹیکس یا محصولات ہیں۔ ٹیکسوں کا نظام کوئی نئی چیز نہیں۔ یہ عرصہ قدیم سے رائج چلا ارہا ہے۔ قدیم یونان اور روم میں زیر استعمال اشیاء پر ٹیکس عائد کیا گیا۔ در آمدی ٹیکس کو ملکی مصنوعات پر حاصل ہونے والے ٹیکس سے زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔ ہنگامی حالات میں جائیداد پر بھی عرضی ٹیکس لگایا جاتا تھا۔ اسلام جس قسم کہ ریاست تشکیل دیتا ہے، اس میں شہریوں کی بنیادی معاشی ضروریات کی فراہمی کا ایک لازمی فریضہ ٹھہرتی ہے۔ گویا معاشی تناظر میں جدید فلاحی ریاست جس چیز کی ذمہ دار ہے اسلامی ریاست بدرجہ اولی اس کی ذمہ دار ہے۔ اس لحاظ سے اسلامی ریاست جدید فلاحی ریاست سے زیادہ فلاحی ہے۔ چنانچہ اسلامی ریاست نے بھی اپنے ذرائع آمدن پر بھرپور توجہ دی ہے۔ اسلامی ریاست کے ذرائع آمدن میں بھی محصولات یا اس نوعیت کی سرکاری وصولیاں ہمیشہ سے نہ صرف ضروری سمجھی گئی ہے، بلکہ اس حوالے سے باقاعدہ قانون سازی کی گئی ہے۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اسلام سے قبل رعایا محصولات کی بھاری بوجھ تلے دبی ہوئی تھی ۔اسلام نے انہیں اس مصیبت سے نجات دلائی اور محصولات کا انتہائی سادہ آسان اور عام فہم نظام متعارف کروایا ۔اسلامی معاشیات میں محصول وصول کرنے کا مقصد صرف حکومتی اخراجات کی تکمیل نہیں بلکہ غریبوں، بے روزگاروں اپاہجوں اور مقروضوں وغیرہ کی دستگیری بھی ہے۔

ذیل کی سطور میں مقصود اس بات کا جائزہ ہے کہ اسلامی ریاست کا نظام محصولات کیا اور کس نوعیت کا ہے ؟کتاب وسنت صحابہ تابعین اور مقتدین ومتاخرین علماء کی فکر اور ان کا عمل اس ضمن میں کیا رہا ہے ؟کیا اسلامی ریاست زکوۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس عائد کرنے کا حق رکھتی ہے ؟نیز یہ کہ آجآمدن میں بھی محصولات یا اس نوعیت کی سرکاری وصولیاں ہمیشہ سے نہ صرف ضروری سمجھی گئی ہے، بلکہ اس حوالے سے باقاعدہ قانون سازی کی گئی ہے۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اسلام سے قبل رعایا محصولات کی بھاری بوجھ تلے دبی ہوئی تھی ۔اسلام نے انہیں اس مصیبت سے نجات دلائی اور محصولات کا انتہائی سادہ آسان اور عام فہم نظام متعارف کروایا ۔اسلامی معاشیات میں محصول وصول کرنے کا مقصد صرف حکومتی اخراجات کی تکمیل نہیں بلکہ غریبوں، بے روزگاروں اپاہجوں اور مقروضوں وغیرہ کی دستگیری بھی ہے۔

ٹیکس کے نظام کا اسلامی نقطہ نظر سے تجزیاتی مطالعہ

ذیل کی سطور میں مقصود اس بات کا جائزہ ہے کہ اسلامی ریاست کا نظام محصولات کیا اور کس نوعیت کا ہے ؟کتاب وسنت صحابہ تابعین اور مقتدین ومتاخرین علماء کی فکر اور ان کا عمل اس ضمن میں کیا رہا ہے ؟کیا اسلامی ریاست زکوۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس عائد کرنے کا حق رکھتی ہے ؟نیز یہ کہ آج دور میں ٹیکس کے حوالے سے ایک اسلامی ریاست کا رویہ اور لاحہ عمل کیا ہونا چاہیے ؟اور یہ چیز کس طرح ایک جدید فلاحی اسلامی ریاست کہ خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے میں مددگار ہو سکتی ہے ؟

محصول ٹیکس کا مفہوم:

زیر نظر موضوع پر گفتگو کے ضمن میں مختصرا یہ جاننا ضروری ہے کہ ٹیکس سے مراد یا اس کا مفہوم مطلب کیا ہے ؟اس حوالے سے جب ہم ماہرین کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں اس کی متعدد تعریفات ملتی ہیں انسائیکلوپیڈیا یا برٹانیکا کا مکالہ نگار ٹیکس کو Compulsory levies for general governmental purposes[1] سے تعبیر کرتا ہے۔انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز میں ٹیکسیشن کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے :

"Taxation is a general concept for devices used by governments to extract money on other valuable things from people and organization by uses of law"[2]

پروفیسر ڈالٹن کے مطابق:

"محصول وہ لازمی مطالبہ ہے جو حکومت کی جانب سے رعایت پر عائد کیا جاتا ہے [3]

اصطلاح میں ٹیکس کا اطلاق اس رقم پر ہوتا ہے جو حکومت ملکی ضروریات کے لیے مختلف شکلوں میں لوگوں سے وصول کرتی ہے۔اگر رعایا مقررہ وقت پر ٹیکس ادا نہ کرے تو حکومت اس کے خلاف قانونی کاروائی کرتی ہے۔[4]

قران حکیم اور محاصل:

---

[1] Encyclopaedia Britannia edition, 1968, 21 p:723
[2] International encyclopaedia of social science addition 1947, vol:15, p:52
[3] Dolton principle public finances London, 1940, p:26.
[4] The Oxford English Dictionary Calendar Press Oxford1970, volume x1, p:11

اسلامی ریاست کی اجتماعی فلاحی سکیموں اور منصوبوں کے لیے اسلام کی مالیاتی نظام میں دس بارہ ذرائع آمدن رائج رہے ہیں۔ اسلامی ریاست ان ذرائع کے علاوہ جو ہنگامی ٹیکس عائد کرتی ہے۔ فقہا کرام نے ان ٹیکسوں کو ضرائب ونوائب کا نام دیا ہے۔ اور ضرائب ونوائب کا ثبوت متعدد آیات قرانی سے ملتا ہے۔ چند: آیات ملاحظہ ہوں

فات ذالقربی حقه والمسکین وابن السبیل (الروم: 48:30)

"اور قرابت داروں اور مسکین اور مسافر کہ تم پر جو حق واجب ہیں وہ ادا کرو۔

وفی اموالهم حق للسائل والمحروم (الزاریات 19:51)

"اور ان کے مالوں میں مانگنے والو اور تنگدستوں کا حق ہے۔"

ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو (البقره :۲: ۲۱۹)

"اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں اپ کہہ دیجئے: جو ضرورت سے زائد ہو۔"

سورۃ البقرہ کی اس آیت کے ضمن میں ڈاکٹر محمد محمود حجازی لکھتے ہیں:

"ایک عادل مسلمان حکمران ملک کے مالدار مسلمان پر زکوۃ کے علاوہ مالی ذمہ داری عائد کر سکتا ہے[5]

امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر مفاتیح الغیب میں اس ضمن میں رقم طراز ہیں:

"مالدار لوگوں پر محتاجوں کی ضروریات کے لیے خرچ کرنا واجب ہے اگرچہ وہ زکوۃ ادا کر چکے ہوں اگر وہ مالدار ایسا نہ کرے تو ان سے زبردستی لینا واجب ہے۔[6]

امام قرطبی اپنی تفسیر میں سورۃ البقرہ کی آیت ۱۷۷ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کو مالی ضرورت درپیش ہو تو زکوۃ کے علاوہ بھی ان پر خرچ کرنا واجب ہے۔[7]

محاصل اور احادیث وآثار:

---

[5] ابن منظور، تہذیب لسان العرب، (بیروت، دار صاد ۱۹۹۰ء)، جبزیل مادہ ضرب، ج:۲

Ibn-e-Manzoor,Tahzeeb lisān al Arab,(Beirūt,Dār Sād,1990),bazail Māda Daraba,V:2

[6] فخر الدین رازی، مفاتیح الغیب، (بیروت، دار الفکر ۱۹۹۰ء)، ج:۵، تفسیر سورۃ البقرہ آیت ۱۷۷

Fakhar ul Deen Rāzi,Mafātih al Ghaib,(Beirūt,Dār fikar 1990),V:5, Tafseer Sorat al Baqra Ayat:177

[7] قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، الجامع الاحکام القرآن، (بیروت، دار الاحیا التراث العربی ۱۹۸۶ء)، ج:۲، سورۃ البقرہ آیت ۱۷۷

Qurṭabī, Abu Abdullah Muḥammad bin Aḥmad Ansārī,Al Jāme al Aḥkām al Qurān,(Beirūt,Dār ul Aḥyā al Turāth al Arabī 1986), V:2, Tafseer Sorat al Baqra Ayat:177

محاصل یا ہنگامی ٹیکسوں کے حوالے سے جن احادیث و آثار سے استدلال کیا جاتا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں:

"حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ تیرے مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں۔[8]

فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا بے شک تمہارے مالوں میں زکوۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں۔[9]

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مختلف اموال کا ذکر فرمایا۔ یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگے کہ ہم میں سے کسی کا ضرورت سے زائد مال میں کچھ حصہ نہیں[10]

حضرت علی فرماتے ہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالی نے اغنیا کے مالوں میں اس قدر فرض کر دیا ہے جو ان کے فقراء کی کفالت کر سکیں پس اگر فقرہ بھوکے یا ننگے یا خستہ حال ہوں تو اس کا سبب یہی ہے کہ اغنیا اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی برت رہے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"قیامت کے روز بہت سے مالدار غریبوں کی وجہ سے مصیبت میں پڑ جائیں گے یہ غریب لوگ اللہ کے دربار میں فریاد کریں گے: اے ہمارے رب مالدار لوگوں نے ہمارے وہ حقوق ادا نہیں کیے جو ان کے ذمے تھے۔"[11]

---

[8] ابو عبیدہ القاسم بن سلام، کتاب الاموال، (قاہرہ، مطبعۃ السلفیہ ۱۳۵۳ھ)، ص:۵۷

Abu Ubaida al Qāsim bin Salām , Kitāb ul Amwāl, (Qāhira, Maṭbat al Salfia 1353), P:57

[9] محمد بن عیسی ترمذی، سنن ترمذی، کتاب الزکاۃ، (کراچی قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ، س۔ن)، ج:۱، ص:۲۴۰

Muḥammad bin Isa Tirmzī,Sunan Tirmzī, Kitāb ul Zakāt, (Karāchī Qadeemī Kutab Khāna bil muqābil Arām Bāgh, N Y), V:1, P:240

[10] ابن حزم الاندلیسی، المحلی بالاثار، (بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۹۸۸ء)، ج:۶، ص:۱۵

Ibn-e- Ḥazam al Undlasī, Al Muhalī bil Athār,(Beirūt,Dār ul Kutab al Ilmia 1988), V:6, P:15

[11] نور الدین علی بن ابی بکر الھشیمی، مجمع الزوائد و منبع النوائد، کتاب الزکاۃ، (بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۹۸۸ء)، ص:۷۴

Noor ul Deen Alī bin Abī Bakar al Hushaimī, Majma ul Zawāid wa Manba ul Nawāid, Kitāb ul Zakāt,(Beirūt,Dār ul Kutab al Ilmia 1988), P:74

حضرت علی سے منقول ہے کہ اس وقت دنیا میں جو افلاس اور بھوک کی لعنت ہے وہ اسی وجہ سے ہے مالدار لوگ اپنی مالی ذمہ داریاں پوری نہیں کرتے حالانکہ مالدار لوگوں کا مذہبی اور اخلاقی فرض ہے کہ وہ ضرورت مندوں کی حاجات پوری کریں[12]

اسلامی نظام محاصل کا تاریخی پس منظر:

اسلامی ریاست کے نظام محاصل کا پس منظر جاننے کے لیے حسب ذیل ادوار کے نظام ہائے محاصل سے متعلق معلومات کا حصول ناگزیر ہے:

ا۔ دور رسالت ماب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نظام محاصل:

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی بعثت کے بعد بیک جنبش قلم تمام ظلمانہ نظاموں کا خاتمہ کر کے ان کی جگہ اسلام کا عادلانہ اور منصفانہ اقتصادی نظام رائج فرمایا، اور رعایا کے ساتھ ہونے والے ہر قسم کے معاشی معاشرتی اور سیاسی جبر کا خاتمہ فرمایا۔ جب فتوحات اسلامی کا سلسلہ وسیع ہوا اور کثیر تعداد میں مال غنیمت حاصل ہوا تو اسلام کے نظام مالیات اور نظام محاصل کی بنیاد پڑی۔

اسلامی ریاست میں سرکاری خزانہ کو بیت المال کا نام دیا جاتا ہے۔ بیت المال کی بنیاد حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے پڑی۔ مختلف ذرائع سے جو دولت بیت المال میں آتی تھی وہ فورا مستحقین میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔ اس میں جزیہ، خراج، فے، مال غنیمت، زکوۃ، عشرہ وغیرہ کی آمدنی شامل ہوتی تھی۔

ڈاکٹر حمید اللہ کہ بقول :

"حکومت کی امدنی کی نگہداشت بھی ضروری تھی اور یہ کام حضرت بلال کے سپورٹ تھا جو موذن بھی تھے اور وزیر خزانہ بھی۔[13]

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عہد مبارک میں اسلامی ریاست کے ذرائع آمدن میں زکوۃ و عشر، جزیہ، خراج، فے، مال غنیمت اوقاف صدقات نافلہ قروض حسنہ اور اموال فاضلہ وغیرہ شامل تھے۔"

---

[12] ایضا۔

Ibid

[13] ڈاکٹر حمید اللہ، خطبات بہاولپور، (لاہور بیکن بکس قذافی مارکیٹ اردو بازار ۲۰۰۵)، ص:۲۰۱

Doctor Ḥameed ullah, Khuṭbāt Bahāwalpur,(Lāhore Baikan box Qazāfī Mārket Urdu Bazār 2005), P:201

۲۔ خلفائے راشدین کے عہد میں نظام محاصل:

خلفائے راشدین کے دور میں وہی نظام محاصل رائج رہا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عہد مبارک میں رائج تھا۔ تاہم اسلامی حکومت کی سرحدیں وسیع و عریض ہو چکی تھا اور اسلامی ریاست کے ذرائع آمدن کئی گناہ بڑھ گئے تھے۔ امام ابو یوسف (۱۹) مطابق حضرت ابو بکر صدیق کے عہد نے پہلے سال مال کی تقسیم میں ہر شخص کو سات درہم جبکہ دوسرے سال فی بیس درہم حصہ ملا۔[14] حضرت عمر نے تجارتی گھوڑوں پر زکوۃ مقرر کی۔ نیز جو تاجر دوسرے ممالک سے آتے ان پر عشور عائد کیا[15] اس کی شرح دارالحرب کے تاجروں کے لیے 10 فیصد ذمیوں کے لیے ۵ فیصد اور مسلمانوں کے لیے فیصد تھی ۱۱ڑھائی فیصد تھی۔200 درہم قیمت سے کم مال پر عشور معاف تھا۔[16] حضرت عمر کے دور میں ہجری میں جب بحرین کا خراج ۵ لاکھ درہم آیا تو آپ نے بیت المال کی باقاعدہ بنیاد رکھی اور عبداللہ بن ارقم کو اس کا نگران بنایا۔[17]

۳۔ عہد بنو امیہ کا نظام محاصل:

امیوں میں سے خلیفہ عبدالملک بن مروان نے کچھ مالی اصطلاحات کرنے کی کوشش کی۔[18] عبداللہ بن مروان نے الجزیرہ کے علاقہ کے لوگوں کی آمدنی اور اخراجات کی تفصیلات کی معلوم کیں۔ اور ان پر ان کی سالانہ بچت کے برابر سالانہ محصول عائد کیا جو کہ چار دینار بنتا تھا۔[19] حضرت عمر بن عبدالعزیز سے قبل کے خلفائے بنو امیہ

---

[14] ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، (قاہرہ، مطبعتہ السلفیہ ۱۳۷۶ھ)، ص:۲۵

Abu Yusaf Yaqoob bin Ibrāḥīm, Kitāb ul Kharāj,(Qāhira, Matbat al Salfia 1376), P:380

[15] ایضا

Ibid

[16] ابن خلدون، عبدالرحمن، مقدمہ ابن خلدون، (بیروت، دار الفکر ۱۹۸۹ء)، ص:۳۸۰

Ibn-e-Khuldoon, Abdulreḥman, Muqadma Ibn-e-Khuldoon,(Beirūt, Dār ul Fikr 1989), P:380

[17] ایضا

Ibid

[18] رفیع اللہ شہاب، اسلامی ریاست کا مالیاتی نظام، (اسلام آباد کی ادارہ تحقیقات اسلامی دسمبر ۱۹۷۳ء)، ص:۵۷

Rafi ullah Shihāb, Islāmī Riysat kā Malyātī Nizām,(Islamabād kī Idāra Tahqeeqat Islāmi Dec,1973)P:57

[19] ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، ص:۷۹

Abu Yusaf Yaqoob bin Ibrāḥīm, Kitāb ul Kharāj,P:79

نے عوام پر بے رحمانہ ٹیکس عائد کیے اور بیت المال کی رقم کو ذاتی اخراجات کے لیے استعمال کیا۔ مولانا مودودی (۲۴) نے لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے اپنے ایک فرمان میں ان ناجائز ٹیکسوں کی تفصیل دی ہے۔[20] مودودی دور میں جن علاقوں میں خوارج کو غلبہ حاصل تھا وہ رعایا سے زبردستی زکوۃ و عشر اور دیگر محاصل وصول کر لیتے تھے۔ علماء نے اس وقت یہ فتوی دیا کہ حکومت دوبارہ رعایا سے محاصل وصول نہیں کر سکت، ریاست کو محاصل وصول کرنے کا حق تب ہے جب وہ رعایت کی حفاظت کرے۔[21]

۴۔ عہد بنو عباس کا نظام محاصل :

۱۳۲ھ میں خلافت بنو امیہ سے بنو عباس کو منتقل ہوئی۔ خلافت عباسیہ میں بھی سابقہ نوعیت کا نظام محاصل رائج رہا حکومت کی آمدنی کا اہم ذریعہ زکوۃ، عشر، خراج، جزیہ وغیرہ تھے ابو جعفر منصور نے کچھ مالی اصطلاحات کی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے بعد کچھ لوگوں نے سرکاری زمینیں ذاتی ملکیت میں لے لی تو خلیفہ منصور نے یہ زمینیں دوبارہ سرکاری ملکیت میں دے دیں۔[22] خلیفہ منصور کے بیٹے المھدی نے نظام خراج میں کئی بنیادی تبدیلیاں کیں۔ اس نے خراج بالمستاحنہ کی بجائے خراج بالمقاسہ رائج کیا اور اس کی نئی شرحیں مقرر کی۔[23] مہدی کے بعد ہارون الرشید خلیفہ بنا تو امام ابو یوسف سے محصولات کی شرح کے متعلق رائے طلب کی۔ آپ نے پوری کتاب "کتاب الخراج" لکھ کر پیش کر دی، خلیفہ نے ان تمام سفارشات کو نافذ کر دیا۔[24]

ٹیکس کے جواز اور عدم جواز کی بحث:

---

[20] سید ابو الاعلی مودودی، خلافت الملوکیت، (لاہور اسلامک پبلی کیشنز س۔ن)، ص:۳۷۲

Sayed Abu ul Ala Modoodī, Khilāfat al Malukiyat,(Lāhore Islāmic Pablīcashnar, N Y), P:372

[21] ایضا

Ibid

[22] محمد ضیاء الدین، الریس الخراج فی دولۃ الاسلامیہ، (مطبوعہ، مصر، س۔ن)، ص:۳۷۶

Muḥammad ziā ul Deen, Al Raees ul Khirāj fi Daulat al Islāmia,(Matboah,Miṣar, N Y),P:376

[23] ایضا

Ibid

[24] ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، ص:۷۵

Abu Yusaf Yaqoob bin Ibrāḥīm, Kitāb ul Kharāj,P:75

ٹیکس کے جواز اور عدم جواز کے متعلق علماء اسلام اور محققین کے دو گروہ ہیں۔ علماء کا ایک گروہ زکوۃ و عشر کے علاوہ اسلامی ریاست کو ضرورت پر محصور وصول کرنے کا اختیار دیتا ہے۔ جبکہ علماء کا دوسرا طبقہ زکوۃ عشر کے علاوہ کسی اور ٹیکس کے جواز کا قائل نہیں اور ٹیکسوں کو خلاف شرع تصور کرتا ہے ذیل میں ہم ان دونوں مکاتب فکر کے علماء کی آراء کا مطالعہ و تجزیہ پیش کر کریں گے۔

ٹیکس کے عدم جواز کے قائل علماء کا نقطہ نظر:

بعض محققین اور علماء کرام زکوۃ و عشر کے علاوہ دیگر محصولات، جو حکومت کی طرف سے عائد کیے جاتے ہیں، کو شرعی تصور کرتے ہیں۔ یہ اپنے موقف کے حق میں مختلف احادیث سے استدلال کرتے ہیں مثلا ایک حدیث میں ہے:

"اناتیت زکوٰۃ مالک قضیت ما علیک"

"جب تو نے اپنے مال کی زکوۃ ادا کر دی تو جو تجھ پر فرض تھا تو نے پورا کر دیا۔" [25]

امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے زکوۃ کا ذکر فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا: "ھل علی غیرھا" کیا مجھ پر اس کے علاوہ بھی کچھ فرض ہے "آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا

" لا الاان تطوع" نہیں سوائے اس کے کہ تو رضاکارانہ طور پر دینا چاہیے۔[26]

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے:

"لیس فی المال حق سوی الزکوۃ "

"مال میں زکوۃ کے علاوہ کچھ اور فرض نہیں۔[27]

---

[25] محمد بن عیسی ترمذی، سنن ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء اذا ادیت ازکاۃ فقد قضیت ما علیکم، (لاہور، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، س۔ن،) ج:۱، ص:۲۵۰

Muḥammad bin Isa Tirmzī,Sunan Tirmzī, Kitāb ul Zakāt, (Lāhore, Maktba Rehmānia Urdu Bāzār, N Y),V:1, P:250

[26] ایضا، ص:۱۲۸

Ibid,P:128

[27] ایضا، باب ما ادی زکاتہ لیس بکنز، ج:۱، ص:۱۲۸

Ibid,V:1, P:128

ٹیکس کے عدم جواز کے قائل اہل علم میں الماوردی شعرانی اور شوکانی وغیرہ ایسے بڑے بڑے صاحب علم شامل ہیں۔ماوردی متذکرہ وصدر حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لا یحب علی المسلم فی ماله حق سواها "

"مسلمانوں کے مال میں زکوۃ کے علاوہ کوئی مالی حق فرض نہیں[28]

امام شعرانی کا کہنا ہے:

"علماء اسلام کا اس امر پر اجماع ہے کے مال میں زکوۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس نہیں۔[29]

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

"لیس علیهم غیر الزکوۃمن الضرائب والمکس ونحوها" [30]

"ان پر زکوۃ کے علاوہ کوئی اور ٹیکس اور اس کی مثل واجب نہیں"

ٹیکس کے عدم جواز کے قائلین نے قائلین جواز کی استدلال کی تردید بھی کی ہے۔مثلا جواز کے قائل علماء اپنے موقف کے حق میں ایک روایت یہ پیش کرتے ہیں:"ان فی المال حق سوی الزکوۃ"-[31]"مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔"لیکن قالین عدم جواز اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے رد کرتے ہیں۔مثال کے طور پر مولانا فضل الرحمن نے لکھا ہے:

---

[28] ابو الحسن علی بن محمد الماوردی، الاحکام السلطانیہ،(بیروت، دار الکتب العلمیۃ ۱۹۸۰)، ص:۱۱۳

Abu al Ḥasan Alī bin Muḥammad al Māwardī, Al Aḥkām ul Sultānia,(Beirūt,Dār ul Kutab al Ilmia 1980), P:113

[29] عبد الوہاب الشعرانی، المیزان الکبری،(مطبوعہ، مصر ۱۹۶۹)، ج:۲، ص:۲

Abdul Wahāb Al Sharānī, Al Mizān ul Kubra, (Matboah, Miṣar 1969), V:2, P:2

[30] محمد بن عیسی ترمذی، سنن ترمذی، کتاب زکاۃ، باب ماجاء اذا ادیتا لزکوۃ فقد قضیت ماعلیک،(لاہور مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، س۔ن)، ج:۱، ص:۲۵۰

Muḥammad bin Isa Tirmzī,Sunan Tirmzī, Kitāb ul Zakāt, (Lāhore, Maktba Rehmānia Urdu Bāzār, N Y),V:1, P:250

[31] مولانا فضل الرحمن بن محمد، ٹیکس کی شرعی حیثیت، سماہی منہاج اسلامی معاشیت نمبر،(لاہور مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری)، ص:۴۱۸

Mualānā Fazal ul Reḥman bin Muḥammad, Tex ki Sharī Haisiyat, samāhī Minhāj Islāmī Maāshiyat Number,(Lāhore Markaz Teḥqeeq Diāl sing Trast Library),P:418

"امام ترمذی نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ "مال میں زکوۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے۔ "والی روایت کی سند درست نہیں کیوں کہ اس کے راوی ابو حمزہ میمون کو ضعیف کہا گیا ہے الاعور۔ امام احمد نے ابو حمزہ میمون کے بارے میں کہا ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ امام دار قطنی اور امام بخاری نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔"[32]

علامہ ابو بکر ابن العربی نے احکام القران میں اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

"یحتج بحدیث یروی عن فاطمه بنت قیس ان النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قال فی المال حق سوی الزکوۃوھذا ضعییف لا۔ یئیت عن الشعی ولا عن النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ولیس فی المال حق سوی الزکوۃ۔" [33]

"اور اس بارے میں حضرت فاطمہ بنت قیس کی اس حدیث سے دلیل لائی جاتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔ "لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ نہ شعبی سے اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے اور صحیح یہ ہے، کہ مال میں زکوۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس نہیں۔

علامہ علاؤالدین علی المتقی حسام الدین النہدی المتوفی ۹۷۰ھ نے نقل کیا ہے:

"ان تمام اسلامکم وان تئودوازکوۃ اموالکم"[34]

"تمہارا اسلام کو پورا کرنا یہ ہے کہ تم اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرو"

یعنی زکوۃ کی ادائیگی کے بعد ایک مسلمان مالی فریضہ سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ اس پر کوئی مزید مالی فریضہ واجب نہیں رہتا۔

علامہ سرخسی کا موقف ہے:

---

[32] ابن العربی، احکام القران، (مطبوعہ، مصر)، ج:۱، ص:۵۹

Ibn ul Arabī, Aḥkām ul Qurān,(Matboah,Miṣar), V:1, P:59

[33] علی المتقی بن حسام الدین برہان پوری، کنز الاعمال فی سنن اقوال والعوام، (حیدر آباد، دار المعارف ۱۳۱۲ھ)، ج:۳، ص:۲۴۹

Alī al Mutaqī bin Ḥussām ul deen Burhān Purī, Kanz ul amāl fi sunan Aqwāl wal Awām,(Haidrabād,Dār ul Muārif 1312),V:3, P:249

[34] علی المتقی بن حسام الدین برہان پوری، کنز الاعمال فی سنن اقوال والعوام، ج:۳، ص:۲۴۹

Alī al Mutaqī bin Ḥussām ul deen Burhān Purī, Kanz ul amāl fi sunan Aqwāl wal Awām,V:3, P:249

"یہ حکم تو اس زمانے کے لیے تھا کیونکہ اس وقت مصیبت اور جہاد میں اعانت ہوا کرتی تھی اور ہمارے زمانے میں تو اکثر ٹیکس ظلم سے لیے جاتے ہیں۔ پس جس شخص کے لیے ممکن ہو وہ اپنی ذات سے ظلم کو دور کرے تو وہ اس کے حق میں بہتر ہے۔"[35]

علامہ سرخسی نے نا صرف محاصل کو ظلم قرار دیا ہے بلکہ مسلمانوں کو ابھارا ہے کہ وہ خود بھی محصولات ادا نہ کریں، اور جو ظلم کا اعلانیہ مقابلہ کر سکتے ہوں، ان کو چاہیے کہ ان جانبازوں کا ساتھ دے اور ان کی مالی مدد کرے جو ظالم حکمرانوں کا مقابلہ کر رہے ہوں۔[36]

امام غزالی لکھتے ہیں:

"اگر یہ پوچھا جائے کہ خراجی زمینوں پر مزید محاصل عائد کرنا مصالح کے تحت آتا ہے تو ہم یہ جواب دیں گے کہ جب لشکر کے پاس بکثرت مال موجود ہو تو ایسا کرنے کی گنجائش نہیں۔"[37]

مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"اگر کوئی حاکم اپنی ذاتی عیاشیوں کے لیے لوگوں پر ٹیکس عائد کرتا ہے تو یہ ایک حرام فعل ہے اور عوام کو اس قسم کے ٹیکس ادا نہیں کرنے چاہئیں۔"[38]

ٹیکس کے عدم جواز پر دیگر لوگوں نے بھی کافی کچھ تحریر کیا ہے۔[39]

ٹیکس کے جواز کے قائل علماء کا موقف:

---

[35] ابن ھمام، فتح القدیر، شرح الہدایہ، کتاب الکفالہ، ج:۵، ص:۴۳۳

Ibn-e-Hamām,Fataḥ ul Qadir,Sharaḥ al Hadāya, Kitāb ul Kafāla, V:5, P:433

[36] ابن ھمام، فتح القدیر، شرح الہدایہ، کتاب الکفالہ، ج:۵، ص:۴۳۳

Ibn-e-Hamām,Fataḥ ul Qadir,Sharaḥ al Hadāya, Kitāb ul Kafāla, V:5, P:433

[37] محمد بن محمد غزالی، المستصفی من الاصول، (قم مطبع امیر یا س۔ن)، ج:۱، ص:۳۰۳

Muḥammad bin Muḥammad Ghazālī, Al Mustasfa min al Usool,(Qum Matba Ameer Yās, N Y), V:1, P:303

[38] سید ابوالاعلی مودودی، اسلامی ریاست، (لاہور اسلامک پبلک کیشنز ای شاہ عالم مارکیٹ ۱۹۹۰ء)، ص:۴۹۶

Sayed Abu ul Ala Modoodī,Isālmī Riyāsat ,(Lāhore Islāmic Pablīcashnar,Shāh Alam Mārket 1990),P:496

[39] ابن حزم الاندلیسی، المحلی بالاثار، (بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۹۸۸ء)، ج:۶، ص:۱۸۵

Ibn-e- Ḥazam al Undlasī, Al Muhalī bil Athār,(Beirūt,Dār ul Kutab al Ilmia 1988),V:6, P:185

اسلامی ریاست کا مقصود ایک ایسے فلاحی معاشرے کا قیام ہے جس میں تمام افراد کی ضروریات زندگی کی تکمیل ہو سکے۔ ہر فرد کو لباس خوراک اور رہائش کی سہولیات میسر ہوں نیز مستحق افراد کی ضروریات تکمیل معاشرہ کی مخیر حضرات کے اجتماعی ذمہ داری بھی بنتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے اگر زکوۃ و عشر کے رقوم سے معاشرہ کی ضرورمند افراد کی ضروریات کی تکمیل ممکن نہ ہو تو کیا اسلامی حکومت دیگر ٹیکس عائد کر سکتی ہے؟ علماء کی ایک جماعت اس نوعیت کے ٹیکسوں کو "ضرائب ونوائب" کے ذیل میں لاتے ہوئے جائزہ قرار دیتی ہے۔ ان کے مطابق ان کا ثبوت درج ذیل فصوص سے ملتا ہے:

"فات ذالقربی حقه والمسکین وابن السبیل" (الروم ۳۰: ۳۸)

"اور قرابت والوں اور مسکین اور مسافر کے جو حق تم پر واجب ہے وہ ادا کرو۔"

"وفی اموالهم حق للسائل والمحروم" (الزاریات ۵۱: ۱۹)

"اور ان کے مالوں میں مانگنے والوں اور تنگدستوں کا حق ہے"

"ویسئلونک ماذا ینفقون قل العقو" (البقرہ۲: ۲۱۹)

"اور وہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے: جو ضرورت سے زائد ہو۔"

"واتی المال علی حبه ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب " (البقرہ ۲: ۱۷۷)

"اور اللہ تعالی کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیروں اور سوال کرنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں دیا"

"والذین فی اموالهم حق معلوم للسائل والمحروم" (المعارج ۷۰: ۲۴، ۲۵)

"اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے سوال کرنے والے اور محروم کے لیے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"فی المالک حق سوی الزکوۃ[40] "

---

[40] ابو عبید القاسم بن سلام، کتاب الاموال، (قاہرہ، مطبعہ سلفیہ ۱۳۵۳ ہجری)، ص: ۳۵۷
Abu Ubaida al Qāsim bin Salām , Kitāb ul Amwāl, (Qāhira, Maṭbat al Salfia 1353), P:357

"تیرے مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں۔"

ترمذی کی ایک روایت ہے:

"ان فی المال حق سوی الزکوۃ"[41]

"بے شک مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق (فرض) ہے۔"

حضرت علی بن ابی طالب سے منقول ہے:

"ان اللہ فرض علی الاغنیاء فی اموالہم بقدر مایکفی فقرائھم فان جاء وا اوعروا وجھدوا فبمنع الاغنیاء "[42]

بے شک اللہ تعالی نے اصحاب دولت پر اس قدر مال کی ادائیگی کو فرض قرار دیا ہے جو ان کے فقراء اور حاجت مندوں کی حاجت کو کفایت کر سکیں پس اگر لوگ بھوکے ننگے اور خست حال ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ اصحاب دولت نے اپنا فرض ادا نہیں کیا۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ایک سفر میں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریکِ سفر تھے ایک آدمی اونٹنی پر سوار ہو کر آیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہو وہ ایسے شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس فاضل توشہ ہو وہ اس آدمی کو دے دے جس کے پاس توشہ نہ ہو آپ نے مختلف اموال کا ذکر کیا یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگے کہ ہم میں سے کسی کا ضرورت سے زائد مال میں کچھ حصہ نہیں[43]

---

[41] محمد بن عیسی ترمذی، سنن ترمذی، کتاب زکاۃ، (لاہور مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، س۔ن)، ج:۱، ص:۲۶۰

Muḥammad bin Isa Tirmzī,Sunan Tirmzī, Kitāb ul Zakāt, (Lāhore, Maktba Rehmānia Urdu Bāzār, N Y),V:1, P:260

[42] ابن حزم الاندلیسی، المحلی بالاثار، (بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۹۸۸ء)، ج:۶، ص:۳۵۶

Ibn-e- Ḥazam al Undlasī, Al Muhalī bil Athār,(Beirūt,Dār ul Kutab al Ilmia 1988),V:6, P:356

[43] ابن حزم الاندلیسی، المحلی بالاثار، (بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۹۸۸ء)، ج:۶، ص:۱۸۵

Ibn-e- Ḥazam al Undlasī, Al Muhalī bil Athār,(Beirūt,Dār ul Kutab al Ilmia 1988),V:6, P:185

حضرت ابو ہریرہ اور بہت سے دیگر صحابہ کرام کا یہی نظریہ ہے کہ ہنگامی حالات میں اسلامی ریاست زکوۃ و عشر کے علاوہ دیگر محصولات عائد کر سکتی ہیں فقہاء کرام میں سے عطاء بن ابی رباح، امام شعبی، طاؤس، حماد بن سلمہ، ابن حزم، امام ابو یوسف، اور امام ابو عبید القاسم بن سلام کا مذہب بھی یہی ہے۔[44]

اگر بیت المال خالی ہو اور خزانے میں روپیہ نہ ہو یا مصارف کے مقابلے میں آمدنی کم ہو اور ساتھ ہی ہنگامی حادثے پیش آجائیں تو امام مسئلہ عامہ کی خاطر اہل مملکت پر ہنگامی محاصل عائد کر سکتا ہے حضرت عمر نے صحابہ کرام کے مشورے سے محصول در آمد اور جنگل میں چرنے والے گھوڑوں پر محصول زکوۃ عائد کیا تھا اور اپ نے سمندر کی پیداوار عنبر پر خمس عائد کیا حضرت علی نے جنگلات اور تالابوں کی مچھلیوں پر محصول عائد کیا۔[45]

جنگ تبوک کے موقع پر جب زکوۃ و عشر عائد کیے جا چکے تھے ناگہانی طور پر رقم کی ضرورت پڑی اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے مزید رقم طلب فرمائی اس موقع پر حضرت عمر نے گھر کا نصف سامان اور حضرت ابو بکر صدیق نے گھر کا تمام اثاثہ پیش کیا۔

فقہاء کے مطابق مشترکہ نہر کھودنے کے لیے یا پہرہ دار کی اجرت و تنخواہ کے لیے یا لشکر آراستہ کرنے یا جنگی قیدیوں کو چھڑانے کے لیے یا اس کے سوا دیگر واقعی ضروری امور سے متعلق عائد کیے جانے والے ٹیکس بالاتفاق جائز ہیں۔[46]

علامہ ابن ہمام کی رائے:

علامہ ابن ہمام کی رائے میں ایسے نئے محصول کی ادائیگی صاحبِ استطاعت مسلمان پر واجب ہے کیونکہ حاکم وقت کی اطاعت ایسے امر میں واجب ہے جس میں مسلمانوں کی بھلائی ہو۔[47]

امام ابن حزم لکھتے ہیں:

---

[44] ابو عبید القاسم بن سلام، کتاب الاموال، (قاہرہ، مطبعہ سلفیہ ۱۳۵۳ ہجری)، ص:۳۵۶

Abu Ubaida al Qāsim bin Salām , Kitāb ul Amwāl, (Qāhira, Maṭbat al Salfia 1353), P:356

[45] ابو الحسن علی بن محمد الماوردی، الاحکام سلطانیہ، ص:۲۰۴

Abu al Ḥasan Alī bin Muḥammad al Māwardī, Al Aḥkām ul Sultānia,P:204

[46] برہان الدین المرغینانی، کتاب الکفالہ، ہدایہ ۳

Burhān ul deen al Murghinānī,Kitāb ul Kafāla, Hidāya 3

[47] ابن ہمام فتح القدیر، کتاب الکفالہ، ج:۶، ص:۲۳۲

Ibn-e-Hamām,Fataḥ ul Qadir, Kitāb ul Kafāla, V:6, P:232

کفالت عامہ کے لیے اگر زکوۃ اور فے کی آمدنی کافی نہ ہو تو مالدار افراد پر مزید محاصل عائد کیے جائیں گے امام شاطبی نے مزید محاصل عائد کرنے کے مسئلے پر تفصیل سے بحث کی ہے ان کا خیال ہے کہ بیت المال خالی ہے اور فوج کی ضروریات اتنی زیادہ ہیں کہ موجودہ مال اس کے لیے کافی نہیں تو امام کو اس بات کا اختیار ہے بشرطیکہ وہ عادل ہو کہ مالدار لوگوں پر اتنے محاصل عائد کر دے جن کی آمدنی اس وقت کی ضرورت کے لیے کافی ہو۔[48]

ساتویں صدی ہجری میں اکابر علماء نے جن میں ممتاز شافعی فقیہ عز الدین بن عبد السلام بھی شامل تھے یہ فتوی دیا کہ اگر بیت المال خالی ہو تو مزید محاصل عائد کر کے مال جمع کیا جا سکتا ہے۔

امام قرطبی کا کہنا ہے:

"جب مسلمانوں پر زکوۃ ادا کر چکنے کے بعد کوئی ضرورت آن پڑے تو ان پر مزید مال صرف کرنا واجب ہے۔[49]

امام مالک کی رائے:

امام مالک فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ فدیہ ادا کر کے اپنے قیدیوں کو ازاد کروائیں خواہ ایسا کرنے میں ان کا سارا مال خرچ ہو جائے۔[50]

امام غزالی نے بھی ایک جگہ کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا انہوں نے لکھا کہ جب لشکر کے پاس مال نہ ہو اور امام کے عام خزانہ میں بھی اتنا مال نہ ہو جس سے لشکر والوں کی تنخواہوں اور دوسرے مصارف کو پورا کیا جا سکے تو امام کے لیے جائز ہے کہ مالداروں سے لشکر کی ضرورت کے مطابق مال محاصل کے ذریعے وصول کرے۔[51]

شمس الامۃ امام سرخسی نے ایک جگہ لکھا:

---

[48] ابو اسحاق ابراہیم بن موسی الشاطبی، الاعتصام، (مصر، مطبعہ المنار ۱۹۱۴)، ج:۲، ص:۲۹۸

Abu Isḥāq Ibrahīm bin Musa Al Shatbī, Al Itsām,(Miṣar,Matba al Minār 1914), V:2, P:298

[49] القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، تفسیر قرطبی، ج:۲، ص:۲۴۲

Al Qurṭabī, Abu Abdullah Muḥammad bin Aḥmad Ansārī, Tafseer Qurṭabī ,V:2, P:242

[50] ایضا

Ibid

[51] محمد بن محمد غزالی، المستقی من علم الاصول، (مصر، بولاق)، ج:۱، ص:۳۳۳

Muḥammad bin Muḥammad Ghazālī, Al Mustasfa min al Usool,(Miṣar,Bolaq), V:1, P:333

"اگر بیت المال میں مال نہ ہو اور مسلمانوں کے دفاع کے لیے لشکر تیار کرنے اور اسے سامان جنگ فراہم کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو امام کو اختیار ہے کہ اس مقصد کے لیے جتنے مال کی ضرورت ہو وہ لوگوں پر محصول عائد کر کے وصول کریں۔"[52]

سید قطب لکھتے ہیں:

جب زکوۃ سے ریاست کی ضرورت پوری نہ ہو تو حاکم کے ہاتھ بندھے ہوئے نہیں بلکہ اسلام نے ایک امام عادل کو ملک کے سرمایہ داروں پر ٹیکس لگانے کے وسیع اختیارات دیے ہیں وہ ضرورت کے مطابق ملک کے مالداروں پر ٹیکس لگا سکتا ہے۔[53]

شریعت میں کوئی ایسی ہدایت موجود نہیں جس سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ حکومت اجتماعی ضروریات کے لیے کوئی دوسرا ٹیکس نہیں لگا سکتی ضحاک بن مزاحم کے علاوہ کوئی اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ زکوۃ نے ہر دوسرے حق کو منسوخ کر دیا۔[54]

ٹیکس کے حامی اور مخالف علماء کی ارا کا تقابلی جائزہ:

فقہانے ضرائب ونوائب یعنی ہنگامی ٹیکسوں کی دو اقسام بیان کی ہیں:

1۔ ایسے محاصل جو مصلحت عامہ کی خاطر جائز طور پر عائد کیے جاتے ہیں۔

2۔ وہ محاصل جو ظالم حکمرانوں نے اپنے ذاتی مفاد کے لیے عائد کیے ہوں اور جن سے مفاد عامہ وابستہ نہ ہو.

ان محاصل میں بعض تو وقتی اور ہنگامی طور پر عائد کیے جاتے ہیں اور بعض دوامی ہوتے ہیں غرض ایسے محاصل جو مصلحت عامہ کی خاطر جائز طور پر عائد کیے جائیں ان کے متعلق فقہائے کرام کی یہ رائے ہے کہ ان کی ادائیگی ملک کے باشندوں پر فرض ہے لیکن ایسے جدید محاصل جن سے عام مفاد وابستہ نہ ہو کے ادا کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

---

[52] شمس الدین السرخسی، المبسوط، کتاب السیر، ج:۱۰

Shams ul deen Al Surkhasī, Al Mabsoot, Kitāb al siar,V:10

[53] سید قطب، العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام، (قاہرہ، دار الشرق ۱۹۸۱)، ص:۱۶۰

Sayed Quṭab, Al Adālat al Ijtamāia fil Islām,(Qāhira, Dār ul Sharq 1981),P:160

[54] سید ابو الاعلی مودودی، معاشیات اسلام، (لاہور اسلامک پبلک کیشینز، ۱۹۷۹ء)، ص:۳۷۱

Sayed Abu ul Ala Modoodī, Muāshiyāt Islām,(Lāhore Islāmic Pablīcashnar1979),P:371

صاحبِ ھدایہ لکھتے ہیں:

اگر نوائب سے مراد ہمارے زمانے کی طرح کے محاصل ہیں تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے اور من جملہ ان فقہاء کے جو ان کے جواز کے قائل ہیں ان میں فخر الاسلام علی بزدوی بھی شامل ہیں امام علی بزدوی کی رائے یہ ہے کہ اگر سرکاری مطالبہ موجود ہو تو ان کی کفالت صحیح ہو جاتی ہے خواہ مطالبہ حق ہو یا باطل۔[55]

امام ماوردی کا قول:

ماوردی نے جدید ٹیکسوں کے ضمن میں یہ رائے قائم کی ہے کہ حکمران ٹیکسوں کی وصولی میں رعایا کے ساتھ ظلم نہ کریں اور رعایا جائز اور مفاد عامہ کی خاطر لگائے گئے ٹیکسوں میں حکمرانوں کے ساتھ تعاون کرے آپ نے نہایت بلیغ جملہ کہا ہے "لان الزيادة ظلم فی حقوق الرعية و النقصان ظلم فی حقوق بيت المال[56]"

"کیونکہ زیادتی رعایا کے حقوق پر ظلم کرنا ہے اور کمی بیت المال پر ظلم ہے۔"

ہنگامی ٹیکسوں کی ضرورت تین مقاصد کے لیے پیدا ہو سکتی ہے۔

اولا: یہ کہ شرعی محاصل سے حاصل ہونے والی آمدنی ریاست کے بنیادی فرائض دفاع، جہاد، تعلیم و تربیت دعوتِ اسلام، قیامِ عدل اور کفالت عامہ کے لیے ناکافی ہو۔

ثانیاً: اسلامی ریاست کو ملک کی تعمیر و ترقی اور اپنے مصارفِ حکمرانی پورے کرنے کے لیے مزید مال کی ضرورت ہو

ثالثاً: معاشرے کے اندر غیر مساویانہ تقسیم دولت اور عدم توازن کا خاتمہ کرنا ہو۔[57]

اس سلسلے میں ابن حزم کا موقف ہے کہ ہر ملک کے مالدار لوگوں پر فرض ہے کہ اپنے غریبوں کی کفالت کریں اگر زکوۃ اور فے کی آمدن ان کے لیے ناکافی ہو تو سلطان ایسا کرنے پر مجبور کرے گا۔[58]

---

[55] ڈاکٹر محمد یوسف الدین، اسلام کے معاشی نظریے، ص:۲۹۶

Doctor Muḥammad Yusaf ul Deen, Islām ke Muāshī Nazriye, P:296

[56] ابو الحسن علی بن محمد الماوردی، الاحکام سلطانیہ، ص:۱۹۸

Abu al Ḥasan Alī bin Muḥammad al Māwardī, Al Aḥkām ul Sultānia,P:198

[57] ڈاکٹر محمد نجات اللہ، اسلام کا نظریہ مملکت، ص:۳۰۹

Doctor Muḥammad Najāt ullah, Islām ka Nazria Mamlkat, P:309

[58] ایضا، ص:۳۱۰

Ibid, P:310

متعدد علماء نے یہ فتوی دیا کہ اگر بیت المال خالی ہو تو مزید محاصل عائد کر کے مال جمع کیا جا سکتا ہے. اگر بیت المال میں مال موجود ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں علمائے اسلام اس پر متفق ہیں کہ جب مسلمانوں پر زکوۃ ادا کر چکنے کے بعد کوئی ضرورت آن پڑے تو ان کے لیے مزید مال صرف کرنا واجب ہے امام مالک نے فرمایا مسلمانوں پر واجب ہے کہ فدیہ ادا کر کے اپنے قیدیوں کو آزاد کریں خواہ ان کا سارا مال خرچ ہو جائے۔[59]

مزید محاصل کن چیزوں پر عائد کیا جائے؟

اور مزید مال کس طریقے سے مالداروں سے وصول کیا جائے؟

اس ضمن میں شریعت اسلامی نے اس ہدایت کے سوا کہ "کسی شخص پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے" ہمیں کسی بات کا پابند نہیں کیا. آج کل یہ ٹیکس آمدنی پر، اشیاء کی پیداوار یا فروخت پر، اشیاء کی درآمد و برآمد پر، سرمایہ یا جائیداد پر عائد کیے جاتے ہیں۔

اسلامی ریاست عدل و انصاف اور مفاد عامہ کے اصول کو مد نظر رکھ کر ہنگامی حالات میں عارضی طور پر معینہ مدت کے لیے کوئی بھی ٹیکس عائد کر سکتی ہے لیکن یہ ہنگامی ٹیکس اسلامی حکومت اس وقت عائد کر سکتی ہے جب شرعی ٹیکسوں (زکوۃ و عشر) اور حکومت کے پیداواری اور دیگر ذرائع سے اس قدر آمدن نہ ہو جو اس کی جائز فلاحی ضرورت کی کفالت کر سکے نیز جنگ، قحط، سیلاب اور زلزلہ جیسے ہنگامی حالات میں حکومت اغنیاء سے مزید ٹیکس وصول کر کے اپنی دفاعی اور کفالت عامہ کی ضرورت پوری کر سکتی ہے۔

خلاصہ بحث:

ٹیکس کی شرعی حیثیت اور زکوۃ کے علاوہ دیگر ٹیکسوں کے جواز اور عدم جواز کے حوالے سے علماء کے حامی و مخالف ہر دو گروہوں کے دلائل کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلامی ریاست ضرورت کے تحت زکوۃ اور عشر کے علاوہ بھی ٹیکس عائد کر سکتی ہے۔

---

[59] ڈاکٹر حمید اللہ، اسلام میں بیت المال کا تصور، سہ ماہی منہاج، اسلامی معیشت نمبر، (لاہور دیال سنگھ لائبریری، شمارہ جنوری تا اپریل، ۱۹۹۲)، ص:۳۷۴

Doctor Ḥameed ullah, Islām me bait ul māl kā Tasawar, Sahmāhī Minhāj, Islāmī Maishat Number,(Lāhore Diāl Sing Library, Shumāra January to April,1992), P:374

لیکن اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس ضمن میں اسلامی اخلاقیات کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے اسلام اس بات کو قطعاً پسند نہیں کرتا کہ حکمران رایا پر کوئی ناجائز ٹیکس عائد کریں یا ان سے ان کی استطاعت سے زیادہ ادائیگی کا مطالبہ کریں یوں اگر دقت نظر سے کام لیں تو ٹیکس کے حامی اور مخالفین کے آراء کو باہم تطبیق دی جاسکتی ہے۔

مخالفین کی رائے اس اعتبار سے باوزن ٹھہرتی ہے کہ زکوۃ وعشر کو اگر ان کی صحیح روح کے مطابق نافذ کر دیا جائے تو دیگر ٹیکسوں کی ضرورت بہت ہی کم رہ جائے اور حامین بھی اس بات کو سخت ناپسند کرتے ہیں کہ حکمران ٹیکس کے جواز کو بہانہ بنا کر اپنی عیاشیوں کے لیے عوام الناس کا خون چوسیں جدید اسلامی ریاست میں ٹیکسیشن کے حوالے سے قابل لحاظ چیزیں یہ ہیں کوشش کی جائے کہ زکوۃ اور عشر کا نظام اس طرح نافذ العمل ہو کہ حکومت کے تمام اخراجات اس سے پورے ہو جائیں اور عوام الناس دیگر ٹیکسوں کی ادائیگی کی شدید معاشی پریشانی سے بچ جائیں اگر کوئی واقعی صورت درپیش ہو تو دیگر ٹیکس عائد کیے جائیں لیکن ان کا نفاذ امراء اور صاحب حیثیت لوگوں پر ہو اور غرباء اور مساکین کو اس سے مستثنی رکھا جائے۔ ٹیکس وصولی پر دیانت دار لوگوں کا تعین ہو اور انہیں وصولیوں کے ضمن میں وسیع اختیارات سونپے جائیں تاکہ جس پر ٹیکس عائد ہو اس سے ادائیگی کو سو فیصد یقینی بنایا جائے جو لوگ معاشی بدحالی یا قحط سالی وغیرہ کا شکار ہو جائیں انہیں ٹیکسوں میں چھوٹ دی جائے جو اشیاء عوام الناس اور غریب لوگ استعمال کرتے ہیں ان پر ٹیکس عائد نہ کیا جائے اس کے برعکس جو چیزیں امراء استعمال کرتے ہیں ان پر عائد ٹیکس کیا جائے اور اس کی وصولی میں کوئی رعایت بھی نہ برتی جائے۔